AL-JAMEI Research Journal
ISSN (Print) 3006-4775 (Online) 3006-4783

An Introductory Review of Imam Ibn Taymiyyah's Thoughts and Writings

امام ابن تیمیہ کے افکار وتصنیفات کا ایک تعارفی جائزہ

Muhammad Tahir Rafiq

Doctoral Candidate Islamic Studies

Khawaja Fareed University of Engineering and Information Technology Rahim Yar Khan.

E mail: Muhammadtahirrafiq0786@Gmail.Com

Dr Muhammad Samee Ullah

Gomal University D.I.Khan

E mail: Samee12985@Gmail.Com

Abstract:
Ibn Taymiyyah (1263-1328 CE), a towering figure in Islamic scholarship, left an enduring legacy. He championed a return to Islam's core principles, advocating for a strict interpretation of monotheism. Practices that even hinted at polytheism, like veneration of saints' tombs, found no place in his vision of Islam. He believed Islamic practice should be built solely on the foundations of the Quran and Prophet Muhammad's teachings. Innovations, or "bid'ah" as they are called, were unwelcome unless explicitly mentioned in these sources.Reason, however, held value in Ibn Taymiyyah's thought. He didn't reject it entirely, but believed it should never contradict the clear messages of scripture. Faith and reason, in his view, were meant to complement each other. His vision extended beyond theology. He advocated for just rulers who strictly enforced Islamic law, but also championed the right of citizens to challenge unjust authority. Notably, his approach to economics allowed for more flexibility within the framework of Islamic law, fostering a more dynamic economic environment. Ibn Taymiyyah's emphasis on returning to Islam's pristine form and his critical approach to established practices were controversial in his time. He challenged the status quo and didn't shy away from expressing his views. However, his influence on later reform movements and scholars is undeniable. His legacy continues to shape Islamic thought and practice even today.

Keywords: *Towering, Faith, Dynamic, Undeniable*

تعارف:

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ اپنے دور کے ایک متبحر عالم، محدث ،مورخ ،فقیہ اور نقادتھے۔علوم اسلامیہ میں جو مجتہدانہ مقام آپ نے حاصل کیا اور حدیث، فقہ، تاریخ اور علم کلام میں بیک وقت اپنی امامت، تبحر علمی اور غیر معمولی عدالت و ثقاہت کا جو نقش آپ نے اپنے زمانہ میں قائم کیااس میں بہت بڑا دخل آپ کے غیر معمولی حافظہ اور ذہانت کو تھا۔امام ابن تیمیہ کے زمانہ میں اسلامی علوم اتنی وسعت اختیار کر چکے تھے اور معقولات کا اتنا بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا تھاکہ ایک ایسا عالم جو علوم اسلامیہ پر گہری نظر رکھتا ہو وہ بھی مقابلہ کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔مگر امام ابن تیمیہ کو اللہ تعالی نے حافظہ اور استحضار کی ایسی کامل قوت عطا فرمائی تھی کہ اس کی مدد سے آپ نے تفسیر، حدیث ،فقہ ،اصول فقہ ،اورعلم اخلاف (اختلافات ائمہ علم کلام تاریخ و سیر و آثار علم الرجال ولغت)کے اس وقت کے ذخیرہ پر عبور حاصل کیا اور اس کے بعد دین اسلام کے خلاف جس قسم کی بھی شورش بر پا ہوئی اس کا دندان شکن جواب دیا۔امام ابن تیمیہ نے اپنے تبحر علمی ،شوق مطالعہ اور ذوق علم سے اسلامی اور رائج الوقت علوم و فنون میں ایسی جامعیت پیدا کی کہ ان کے معاصرین جو اپنے فن میں مسلم الثبوت استاد اور امام مانے جاتے تھے۔انہوں نے بھی اس جامعیت کا اعتراف کیا ۔شیخ تقی الدین دقیق العید جو آپ کے معاصر تھے۔انہوں نے امام ابن تیمیہ سے ایک ملاقات کے بعد فرمایا کہ:جب ابن تیمیہ سے میری ملاقات ہوئی تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ تمام علوم اس شخص کی آنکھوں کے سامنے ہیں۔جو چاہتا ہے لے لیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے چھوڑ دیتا ہے۔آپ نےعقیدہ توحید کی تجدید اور مشرکانہ عقائد ورسوم کا ابطال کیا۔اس کے بعد فلسفہ و منطق اور علم کلام پر تنقید کی۔اور اس سلسلہ میں جاہل صوفیوں نے جن بدعات کا اضافہ کر دیا تھا۔اس کی نشاندہی کی اور کتاب وسنت کی روشنی میں صحیح عقائد سے آگاہ کیا۔اس کے علاوہ آپ نے ان عقائد ور سوم کا ابطال بھی کیا جو غیر مسلم اقوام کے مسلمانوں نے اختیار کر رکھے تھے۔اور سب سے بڑا اور اہم کارنامہ جو شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے سرانجام دیا۔وہ علوم شریعت کی تجدید اور فکراسلامی کا احیاء ہے۔امام ابن تیمیہ جہاں ایک بلند پایہ عالم، مفسر محدث، محقق اور نقاد تھے۔وہاں آپ ایک اعلی درجہ کے مصنف بھی تھے آپ نے مختلف موضوعات پر پانچ سو سے زیادہ کتا ہیں لکھیں۔آپ نےفلسفہ و منطق اور علم کلام پر تحقیق و تنقید کا فرض انجام دیا۔اور اسلام کو نقصان پہنچانے والوں کے مقابلہ میں مدلل طریقہ پر کتاب وسنت سے طرز و اسلوب کی برتری ثابت کی۔ذیل میں آپ رحمۃاللہ علیہ کا مفصل تعارف ذکر کیاجاتاہے۔

نام ونسب اور ولادت فخر الدین محمد ابن تیمیہ:

تقی الدین ابو العباس احمد بن شیخ شہاب الدین ،ابو المحاسن عبد الحلیم بن مجد الدین 'ابو البرکات شیخ عبدالسلام بن ابو محمد عبداللہ ،ابو القاسم الحضر بن محمد بن الحضر بن علی بن عبداللہ بن تیمیہ الحرانی دمشقی رحمہ اللہ۔[1]

ولادت:

آپ ۱۰ یا ۱۲ ربیع الاول 622 ھ، یا621ھ مطابق 1263ء بروز دوشنبہ کو شام کے ایک گاؤں ''حران''میں پیدا ہوئے۔[2]

ابن تیمیہ کے عرف کی وجہ:

اس خاندان کا ہر ایک فرد ابن تیمیہ کے عرف سے مشہور تھا ، اس کی وجہ تسمیہ کے متعلق ابن خلکان نے ابوالبرکات ابن المستوفی کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے کہ ابن تیمیہ کے پردادا القاسم الحضر کے بڑے صاحبزادے فخر الدین محمد الخطیب 604ھ میں حج کرتے ہوئے اربل کے گاؤں سے گزرےابن المستوفی نے ان سے ملاقات کی اور ابن تیمیہ کی وجہ تسمیہ پوچھی ، انہوں نے جواب دیا کہ ان کے نانا ایک بارحج پر گئے اس وقت ان کی نانی حاملہ تھیں، جب وہ تیماء پہنچے،(جو تبوک کی بیابان میں ایک چھوٹا سا گاؤں ہے) تو ایک چھوٹی خوبصورت لڑکی کو ایک خیمہ سے باہر نکلتے ہوئے دیکھا، جب حج سے اپنے وطن لوٹے تو انہیں لڑکی کی خوشخبری سنائی گئی اور وہ لڑکی ان کے سامنے پیش کی گئی ، چونکہ وہ لڑ کی شکل وصورت کے لحاظ سے اس لڑکی کے بالکل مشابہ تھی جس کو انہوں نے تیماء میں دیکھا تھا، اس لیے ان کی زبان سے بے ساختہ نکل گیا یا تیمیہ یا تیمیہ ! پھر آگے چل کر اس لڑکی نے اتنی شہرت حاصل کی کہ اس کے بطن سے جتنی اولاد ہوئی وہ سب کی سب ابن تیمیہ کے عرف سے مشہور ہوئی۔لیکن اس روایت کے ساتھ ہی ابن خلکان نے یہ شک بھی ظاہر کر دیا ہے کہ اگر تیمیہ تیماء کی طرف منسوب ہو تو نحوی قاعدے کے لحاظ سے تیماو یہ ہونا چاہئے [3]۔حافظ ابن رجب نے محمد بن النجار کے واسطے سے جو فخر الدین محمد الخطیب کے مشہور شاگردوں میں سے تھے یہ روایت بیان کی ہے کہ ابو القاسم الحضر کی دادی کا نام تیمیہ تھا، یہ بہت قابل ، عالم اور فاضلہ تھیں اور وعظ کہا کرتی تھیں۔[4] اس روایت کی تائید امام ابن تیمیہ کے شاگرد حافظ ابن کثیر (المتوفی : ۷۷۴ ھ) کی کتاب اختصار علوم الحدیث سے بھی ہوتی ہے ، جس میں انہوں نے یہ لکھا ہے کہ امام موصوف کے ایک دور کے دادا کی ماں کا نام تیمیہ تھا۔[5]

تعلیم و تربیت:

تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی ابتدائی تعلیم حران میں ہوئی تھی۔دمشق میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔آپ نے وہاں مدرسہ حنبلیہ اور دار الحدیث السکریہ کے فاضل اساتذہ سے مختلف علوم کا درس لیا۔پھر وہاں سے نکل کر دیگر علمی مراکز میں پہنچے اور مختلف اساتذہ سے صرف ونحو منطق، معقول فقہ،ادب، حدیث اور تفسیر پڑھی۔ابھی شباب کے ابتدائی مراحل ہی میں تھے کہ آپ کی ذہانت و قابلیت کا شہرہ ہونے لگا۔علامہ ابوعبداللہ شمس الدین ذہبی،(المتوفی ۷۴۸ھ)لکھتے ہیں۔احمد ابھی شباب کے ابتدائی مراحل میں تھا کہ وہ مدارس اور علمی

حلقوں میں جاتا۔ وہاں مذاکرات و مناظرات میں علمی قابلیت کے وہ جوہر دکھاتا کہ بڑے بڑے عالم متحیر اور حیران رہ جاتے، دنگ رہ جاتے اس وقت اس کی عمر 19 برس تھی یا اس سے بھی کم" (کواکب ص ۱۴۳)[6]

شیخ علم الدین برزالی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے ابن تیمیہ کی ایک ایسی تحریر دیکھنے کا اتفاق ہوا جس کے حاشیے پر علامہ ذہبی نے لکھا تھا۔

قرأ القرآن و الفقه وناظر و استدل و هو دون البلوغ - (احمد بلوغ سے پہلے قرآن وفقہ پڑھ چکا تھا اور علمی مناظروں میں شامل ہوتا تھا)

اس کے علاوہ چند مشہور اساتذہ درج ذیل ہیں۔

شیخ زین الدین ابوالعباس احمد بن عبدالدائم ۵۷۵ھ تا ۶۶۸ھ۔ شیخ مجد الدین ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل ۵۸۷ھ تا ۶۶۹ھ۔ شیخ شمس الدین ابو محمد عبدالرحمن بن ابی عمر ۵۹۷ھ تا ۶۸۲ھ۔ شیخ سیف الدین ابوزکریا یحییٰ بن عبدالرحمن ۶۰۱ھ تا ۶۸۲ھ۔ شیخ کمال الدین ابونصر عبد العزیز بن عبدالمنعم ۵۸۵ھ تا ۶۷۲ھ۔ شیخ تقی الدین ابو محمد اسماعیل بن ابراہیم ۵۸۹ھ تا ۶۷۲ھ۔ تقی الدین ابو محمد اسماعیل بن ابراہیم بن ابی البسّر النعومی (۶۷۲ھ-۵۸۹ھ) کمال الدین ابونصر عبدالعزیز بن عبدالمنعم بن الحضر۔(۶۷۲-۵۸۵ھ) شرف الدین ابوعبداللہ حمد بن عبدالمنعم بن عمر بن عبداللہ بن عزیز بن القواس الطائی (۶۸۲-۶۰۱ھ) ابو بکر بن عمر بن یونس المزی الیھی (۶۸۰-۵۹۳ھ) شمس الدین ابوالغنائم المسلم بن محمد بن مسلم متی بن خلف بن غیلان القیسي الدمشقی (۶۸۰-۵۹۴ھ) ۔ ام العرب فاطمہ بنت ابي القاسم علی بن ابی محمد التقاسم بن ابی القاسم علی بن الحسن بن بستہ اللہ بن عبداللہ بن عساکر (۶۸۳-۵۹۸ھ)

تلامذہ:

آپ کے تلامذہ کی فہرست بڑی لمبی ہے۔چند مشہور کے نام درج ذیل ہیں:

حافظ ابن قیم رحمۃاللہ علیہ ۶۹۱ھ تا ۷۵۱ھ

حافظ ابن کثیر رحمۃاللہ علیہ ۷۰۱ھ تا ۷۷۴ھ

حافظ ابن عبد الہادی رحمۃ اللہ علیہ ۷۰۴علیہ ھ تا ۷۴۴ھ

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ۶۷۳ ھ تا ۷۴۸ھ

شیخ ذباہی رحمۃاللہ علیہ ۶۶۶ھ تا ۷۱۱ھ

شیخ بدر الدین رحمۃاللہ علیہ ۶۷۶ ھ تا ۷۳۹ھ

احمد بن قدامہ مقدسی رحمۃاللہ علیہ ۶۹۳ ھ تا ۷۶۱ھ

شیخ نور الدین ابن الصائغ رحمۃاللہ علیہ ۶۹۶ ھ تا ۷۴۹ھ

نقل سکونت و رہائش:

آپ کے ابتدائی چھ سال" حران" ہی میں گزرنے پائے تھے کہ تاتاریوں نے حران پہ حملہ شروع کر دیا تو لوگ شہر سے نکل کر ادھر اُدھر بھاگنے لگے، چنانچہ آپ کے والد عبد الحلیم بھی اپنے کنبے کو لے کر دمشق کی طرف چل دیئے، ۶۶۷ھ کے آخر میں دمشق پہنچے اور وہیں پر رہائش پذیر ہوئے۔

افکار ابن تیمیہ:

آپ خلافِ شرع کوئی کام دیکھتے تو اس کو برداشت نہ کر پاتے تھے، اللہ کے رسول ﷺ کی یہ حدیث "من رأى منكم منكرا فليغيره بيده...إلى آخره" [7] ہمیشہ سامنے ہوتی تھی، جس کے پیش نظر آپ ہمیشہ بدعات و منکرات کا قلع قمع کرنا چاہتے تھے، اپنا زیادہ تر وقت کتاب و سنت کی اشاعت و ترقی میں گزارتے تھے، آپ کے زمانے میں یہودیوں اور عیسائیوں کے اختلاط کی وجہ سے اور دوسری طرف جاہل علماء کی تعلیم سے مسلمانوں میں ایسے بدعیہ و شرکیہ اعمال رائج ہو گئے تھے جن کا منبع جہالت و بدعات اور شرک و بت پرستی سے ملتا جلتا تھا، آپ نے کتاب و سنت اور فقہ اسلامی کی روشنی میں لوگوں کو صحیح اسلامی مسائل سے با خبر کیا اور لوگوں کو اس بات سے آگاہ کیا کہ کس طرح کتاب وسنت سے مسائل کا استنباط کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ آپ کے زمانے میں نہر غلوط کے کنارے ایک چٹان تھی جس کی لوگ زیارت کیا کرتے تھے اور نذر و نیاز بھی کیا کرتے تھے آپ نے جب سنا تو اپنے ساتھیوں کو تیار کیا اور جا کر اس چٹان کو ریزہ ریزہ کر دیا۔اسی طرح سے آپ کے زمانے میں فتنے بھی بہت اٹھے مثلاً استویٰ علی العرش، فتنہء عقائد اور مشاہد قبور وغیرہ کا فتنہ آپ نے ان تمام کا مدلل و مسکت جواب دیا اور سب کے عقائد کی کتاب و سنت اور فقہ اسلامی کی روشنی میں وضاحت فرمائی۔تاہم یہ معاملات متنازع رہے اور کئی علماء نے ان پر گرفت بھی کی۔آپ نے اپنے دور میں فلسفیوں کا رد کیا۔حرمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں پیش پیش رہے اور شہرہ آفاق کتاب الصارم المسلول علی شاتم الرسول لکھی۔اپنے شاگردوں کے ذریعے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی زبردست تحریک چلائی۔

تاتاریوں اور باطنیوں کے خلاف جنگ اور ابن تیمیہ کے کارنامے:

آپ صرف بوریہ نشین عالم ہی نہیں تھے، بلکہ آپ صاحبِ سیف، مجاہد، دلیر اور باحوصلہ سپاہی بھی تھے، رجب ۷۰۲ھ میں باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا کہ تاتاریوں نے اس مرتبہ شام پر حملہ کرنے کا عزم مصمم کر رکھا ہے تو لوگوں میں اس خبر سے اضطراب پیدا ہو گیا، لوگ شہر چھوڑ کر بھاگنے لگے اور دمشق میں اکٹھا ہونے لگے تو امام صاحب نے لوگوں کو سمجھایا اور قسم کھاتے ہوئے کہا کہ اس مرتبہ تم ضرور فتح پاؤ گے، آپ کو اس قدر یقین تھا کہ اگر کوئی کہتا ان شاء اللہ تو آپ کہتے: کہیے :"ان شاء اللہ تحقیقا لا تعلیقا" آپ فرماتے: ہم مظلوم ہیں اور مظلوم کی ضرور مدد ہوتی ہے۔{ذَٰلِكَ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوقِبَ بِهِ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللَّهُ} [8]۔اسی دوران ایک سوال

اٹھا کہ تاتاری مسلمان ہیں ان سے جنگ کرنا درست نہیں تو آپ نے فرمایا کہ تاتاری خوارج کے حکم میں ہیں، خوارج ہی نے سیدنا علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما کے خلاف بغاوت کی تھی، وہ اپنے
آ پ کو خلافت کا حقدار سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم ان سے زیادہ عدل و انصاف قائم کرنے والے ہیں، امام صاحب نے جب یہ توضیح بیان فرمائی تو اس سے تمام لوگوں کو اطمینان ہو گیا، ۲رمضان ۷۰۲ھ کو شقحب کے میدان میں ایک طرف شامی ومصری فوجیں اور دوسری طرف تاتاری لشکر صف آرا ہوئیں، مسلمانوں نے جواں مردی کے ساتھ لڑائی کی اور فتح ونصرت سے کامیاب ہوئے اور تاتاریوں کے قدم اکھڑ گئے، ۷۰۵ھ میں ۲محرم الحرام کو باطنیوں کے خلاف جہاد کے لیے روانہ ہوئے، یہ باطنی مسلمانوں کو سخت اذیت پہنچاتے اور تاتاریوں کو مسلم ممالک پر حملہ کرنے کی دعوت دیتے اور ان کی مدد کرتے تھے اور مسلمانوں کو دشمنوں کے ہاتھ بھیڑ بکری کی طرح فروخت کرتے، امام صاحب پر ان کا بڑا اثر پڑا، اس لئے دمشق سے روانہ ہوئے اور جرد کے علاقہ روفض اور تیامنہ کے پہاڑوں پر چڑھائی کی اور سرکش قبیلوں کی اچھی طرح سرکوبی کی اور اس پورے علاقے کو جو بہت دشوار گزار تھا صاف کروا دیا۔امام ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:"امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی موجودگی اور شرکت سے بڑا خیر حاصل ہوا اور اس موقع پر ان کے علم و شجاعت کا بڑا ظہور ہوا، اسی کے ساتھ ان کے دشمنوں کے دل حسد اور غم سے لبریز ہو گئے۔

معمولات :

امام صاحب کا روازنہ کا معمول یہ تھا۔کہ نماز فجر سے طلوع آفتاب تک ذکر و اذکار اور توبہ واستغفار اور تلاوت قرآن مجید میں مشغول رہتے تھے۔بلاناغہ تسبیح وتہلیل میں مشغول رہتے تھے۔

ذوق مطالعہ:

مطالعہ کا شوق بچپن سے ہی تھا۔صرف درسی کتابوں کے مطالعہ پر اکتفاءنہیں کرتے تھے بلکہ علم وفن کی کتا بیں بھی ان کے مطالعہ میں آتی تھیں۔ ان کا سب سے نمایاں وصف ان کا تبحر علمی تھا۔ان کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ متقدمین اور متاخرین کی کوئی ایسی کتاب نہیں تھی جو ان کے مطالعہ میں نہ آئی ہو۔ان کے تبحر علمی کے بارے میں شیخ بہاؤ الدین قاسم بن محمود بن عسا کرنے امام صاحب کی زندگی میں دو شعر لکھے:
(ترجمہ) (شیخ تقی الدین ابن تیمیہ علم کے سمندر ہو گئے ہیں۔سوال کرنے والوں کا جواب بغیر کسی رکاوٹ کے دیتے ہیں۔انہوں نے ہر ایک مفید علم کا احاطہ کر لیا۔پس تم بحر محیط کی تعریف میں جو بھی چاہو کہہ سکتے ہو۔)

عاجزی اور انکساری:

امام ابن تیمیہ خلاف شریعت مطہرہ کام دیکھ کر اڑ جاتے تھے لیکن شخصی طور پر وہ بہت زیادہ منکسر المزاج تھے۔حافظ ابن قیم نے اپنی کتاب مدارج السالکین [9] پر امام صاحب کا یہ قول نقل کیا ہے کہ امام صاحب فرماتے تھے:" میں ایک معمولی آدمی ہوں۔میں امارت اسلامیہ کا ایک ادنی فرد ہوں۔میں اہل دولت سے نہیں ہوں۔میں تو ہر وقت اپنے اسلام کی تجدید کرتا رہتا ہوں۔میں تو ابھی تک پکا مسلمان بھی نہیں ہوا ہوں۔"درحقیقت آپ کی یہ بات ادخلوا فی السلم کافۃ کامظہر تھی۔

زہد والقاء:

زہد و القاء امام ابن تیمیہ کا خصوصی وصف تھا۔ان کے عادات و اطوار کی اٹھان ہی تقوئی پر ہوئی تھی تقوی ان کا امتیازی وصف تھا۔ ہر معالے میں خوف خدا کو سامنے رکھتے تھے۔اوراتق اللہ حیث ماکنت کا حقیقی مصداق تھے۔

ایثار و سخاوت:

امام ابن تیمیہ کوئی مالدار آدمی نہیں تھے۔دار الحدیث السکر یہ اور دار الحدیث الحنبلہ میں پڑھانے کی معمولی تنخواہ ملتی تھی۔اس میں حسب استطاعت وہ غرباء ومساکین کی اعانت کرتے تھے۔انفاق فی سبیل اللہ کا داعی ہونے کے ساتھ مظہر بھی تھے۔

عبادت:

امام ابن تیمیہ بہت عبادت کرنے والے تھے ،آپ ذکر واذکار اور تو بہ واستغفار بہت زیادہ کرتے تھے۔فرائض وسنن اور نوافل کے پورے پابند تھے۔عفوو درگزران کا خاص وصف تھا۔ان کی ساری زندگی ہنگاموں سے بھری پڑی ہے۔ ہمیشہ مخالفت کے طوفان اٹھتے تھے پھر ختم ہو جاتے تھے۔ان کو مصائب و آلام کا نشانہ بنایا گیا، ان کو گالیاں دی گئیں ۔زدو کوب کیا گیا ،ان کے خلاف قتل کی سازش ہوئی ،ان کو کئی بار اسیر زنداں کیا گیا مگر انہوں نے کسی سے انتقام نہیں لیا۔اپنے تمام مخالفین کو صدق دل سے معاف کر دیا۔

کشف و کرامت اور فراست:

امام صاحب کی زندگی سے مستند واقعات اس کی مستند شہادت دیتے ہیں کہ ان کے اندر کشف و کرامت اور فراست کی کیفیت کامل طور پر پائی جاتی تھی۔تا تاری بادشاہ قازان نے ملک شام پر دو مرتبہ حملہ کیا۔امام صاحب نے پہلے حملہ میں پیشین گوئی کی تھی کہ مسلمانوں کو شکست ہوگی جو صحیح ثابت ہوئی۔دوسری مرتبہ فتح و کامرانی کی پیشین گوئی کی کہ وہ بھی صحیح ثابت ہوئی۔

تصانیف اور انکی خوبیاں:

امام ابن تیمیہ نے بے شمار تصانیف لکھیں، سرعت تصنیف کا یہ حال تھا کہ ایک دن میں پوری ایک جلد لکھ ڈالتے تھے جیسا کہ مشہور ہے کہ آپ نے رسالہ الحمو یہ ظہر و عصر کے درمیان والے معمولی سے اوقات میں مکمل تحریر کر دیا تھا یہ درحقیقت رب تعالی کی طرف سے آپ کے اوقات میں برکت کا ثمر تھا۔ آپ نے بے شمار موضوعات پر بے شمار کتب لکھیں جن میں سے چند ایک کو زیر قرطاس کیا جارہا ہے

آپ نے ۱۷سال کی عمر میں لکھنا شروع کیا اور ۴۵سال تک مختلف موضوعات پر لکھتے رہے، آپ کی تصانیف میں کچھ ایسی خصوصیات تھیں جو اس زمانے کی دیگر تصانیف میں نہیں تھیں، آپ کی تصانیف کی خصوصیات کو تاریخ دعوت وعزیمت جلد نمبر دوم میں مولانا سید ابو الحسن ندوی نے کچھ یوں خراج تحسین پیش کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی ہر کتاب سے اس بات پر دال ہے کہ اس کتاب کا مصنف مقاصد شریعت سے خوب واقف ہے۔

آپ کی کتابوں کے مطالعہ سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ کتابیں کسی علمی گوشہ یا الگ تھلگ جزیرہ میں نہیں لکھی گئی ہیں بلکہ عین زندگی کے میدان اور عوام الناس کے مسائل کو مدنظر رکھ کر لکھی گئی ہیں۔ نیز آپ جس عنوان پر لکھنا چاہتے ہیں اس پر اتنا علمی مواد پیش کر دیتے ہیں جو کئی کتب اور سینکڑوں صفحات میں پھیلا ہوتا ہے، ان کی ہر کتاب ایک انسائیکلوپیڈیا ہے جو طالب علم کو بہت ساری کتابوں سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ آپ کی کتابیں عام فہم، سہل اور آسان ہیں اور دیگر تصنیفات سے اس لحاظ سے بھی ممتاز ہیں کہ ان میں اس موضوع کی دیگر کتابوں کی طرح بندھے ٹکے ،صعب اور مشکل الفاظ نہیں ہیں۔ ابن تیمیہ کی کتب و تصانیف فصاحت و بلاغت، تسلسل اور روانگی کا حسین مرقع ہیں جس سے قاری خوب محظوظ ہوتا ہے اور دلچسپی برقرار رکھتا ہے۔

ذیل میں کچھ مشہور تصانیف اور کتب کا ذکر کیا جاتا ہے۔

اقسام ا لقرآن،اس کتاب میں قرآنی قسموں کے متعلق بحث کی گئی ہے۔

منہاج السنة النبوية فی نقص کلام الشیعه و القدردیه۔اس کتاب میں قدریہ اور شیعہ فرقہ پر رد کیا گیا ہے۔

الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح۔یہ کتاب رد عیسائیت پر یہ ایک بہترین کتاب شمار کی جاتی ہے۔اس کتاب کی ابتداء کلمہ شہادت سے ہوئی ہے۔ نصاری کے شبہات کا جواب، عقیدہ تصلیب کا رد، بشارت محمدی علیہ السلام، روح القدس کا معنی، سورۃ الحدید کی آیات کے ضمن میں مدح نصاری کی حجت پر نصاری کا رد، ابطال دعوی نصاری علی الھیۃ المسیح علیہ السلام اس کتاب کے اہم موضوعات ہیں۔

کتاب الفرقان بین اولیاء الرحمن و اولیاء الشیطان۔اس کتاب میں آپ نے اولیاء الرحمن اور اولیاء الشیطان کے اوصاف اور مناہج بیان کیے ہیں۔ کہ اولیاء الرحمان کا راستہ تقوی کا ہے جبکہ اولیاء الشیطان کا راستہ گمراہی اور ظلمات کا راستہ ہے،اولیاء الرحمن ہم المتقون واولیاءالشیطان والطاغوت ہم الغاوون والضالون۔

السياسة الشرعيه فی اصلاح الراعی والرعیه،اس کتاب میں آپ نے اسلامی ریاست وسیاست کے تصور اسلامی کو بہترین انداز میں پیش کیاہے اس کتاب کا اردو ترجمہ حکمران، بیورو کریسی اور عوام کے نام سے دستیاب ہے۔

النبوات،اس کتاب میں انبیاء کی بعثت کی حکمت، نبوت کی حقیقت، انبیاء کے وظائف و معجزات پر تفصیلا گفتگو اور بحث مباحثہ موجود ہے۔

اقتضاء الصراط المستقیم لمخالفة اصحاب الجحیم۔اس کتاب میں تشبہ بالیہود والنصاری کے مسائل من تشبہ بقوم فہو منہم حدیث کے ضمن میں بیان کیے گئے ہیں۔

عقیدة الحمویة الکبریٰ، اس کتاب میں خدا تعالی کے دیدار، جہات وسمت کی ابحاث شامل ہیں۔

الصارم المسلول علی شاتم الرسول،اس کتاب میں تقدیس و تعظیم رسول، توہین رسالت کی قباحت وشناعت، توہین رسول کی سزا اور عقوبت کو قرآن اور حدیث کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ حرمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ ایک عظیم شاہکار ہے۔

الرد علی الاخنائی،اس کتاب میں روضہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت پر بحث کی گئی ہے،اس کتاب کا اردو ترجمہ محمد صادق خلیل نے روضہ اقدس کی زیارت کے نام سے کیا ہے اور اس کتاب کو ادارہ ترجمہ وتالیف والاشاعت فیصل آباد نے نشر کیا ہے۔

اقامة الدلیل علی ابطال التحلیل، یہ کتاب تقریبا 226 صفحات پر مشتمل ہے اس میں سد الزرائع پر بحث مباحثہ کیا گیا ہے۔

وفات وتدفین:

آپ قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول تھے جب سورہ قمر کی آیت {ان المتقین فی جنت ونھر، فی مقعد صدق عند ملیك مقتدر}[10] پر پہنچے تو آپ کی روح مبارک پرواز کر گئی، ۲۸،ذی القعدہ ۷۲۸ھ میں ۶۷سال کی عمر میں وفات پائی، پہلی نماز جنازہ شیخ محمد بن تمام نے پڑھائی، اس کے بعد بہت ساری جگہوں پر غائبانہ نماز جنازہ پڑھی گئی، آپ کو اپنے بھائی شرف الدین عبد اللہ کے پہلو میں مقبرہ صوفیہ میں سپردِ خاک ہیں آپ کے جنازے میں جم غفیر نے شرکت کی تھی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً 2لاکھ مردوں اور 15ہزار عورتوں نے شرکت کی تھی۔

حوالہ جات:

---

1 ابوزہرہ مصری، حیات شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ، (لاہور پاکستان، 1961)، 51

2 شبلی نعمانی، مقالات شبلی ، (معارف اعظم گڑھ، 1955)، 64/5

3 احمد بن محمد ، تاریخ ابن خلکان ، (کراچی : نفیس اکیڈمی ، 2000)، 348/2

4 ابوالحسین، قاضی محمد بن ابویعلی, طبقات الحنابلہ ، تذکرۃ فخر الدین ابن تیمیہ ، (مکہ مکرمہ : جامعہ ام القری, 1999)، 104

[5] ابن کثیر ،اختصار علوم الحدیث(مکتبہ اسلامیہ،2010)،86

[6] مسعو دانور،علوی کاکوری ،کواکب، ،(خانقاہ منعمیہ قمریہ،پٹنہ ،1999)،296

[7] مسلم بن حجاج قشیری, صحیح مسلم،(لاہور :خالد احسان پبلشرز،2004)،رقم الحدیث،177

[8] القرآن:60:22

[9] ابن قیم الجوزیۃ ,مدارج السالکین بین منازل إیاک نعبد وإیاک نستعین (بیروت: دارالکتاب العربي)،296/1

[10] القرآن: ۵۴-۵۵